کوہِ البرز کے دامن میں

ڈاکٹر وحید عشرت

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2005

کوہ البرز اور کوہ دماوند کے دامن میں واقع تہران کے مرکز میں عالمی ملا صدرا کانگرس نے فلسفہ و حکمت اور عرفان کا ایک یادگار میلہ منعقد کیا جس میں چالیس ملکوں سے فلسفے الہیات، ادبیات اور علوم اسلامی کے ماہرین نے شرکت کی یہ مندوبین مختلف یونیورسٹیوں اور علمی اداروں سے منسلک تھے۔ ملا صدرا بین الاقوامی کانگرس کے صدر آقای محمد خامنہ ای ہیں جو موجودہ رہبر انقلاب آقای علی خامنہ ای کے بھائی ہیں۔ ایران کے ممتاز فلسفی دکتور غلام رضا اعوانی جو انجمن فلسفہ و حکمت ایران کے سربراہ کی حیثیت سے اس کانگرس کے منتظم تھے۔ اس کانگرس میں جن ممالک نے شرکت کی ان میں امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، ترکی، ہنگری، پاکستان، مصر، اردن، بنگلہ دیش، بھارت، چین، جاپان، روس، آسٹریا، جرمنی، بلجیم، ملائیشیا، مراکش، تاجکستان، سوئٹزرلینڈ، آسٹریلیا اور سپین کے مندوبین شامل تھے، پاکستان سے جو وفد اس کانگرس میں شریک ہوا ان میں ڈاکٹر این بی جی قاضی (کراچی) پروفیسر سید مشکور حسین یاد، ان کے بیٹے عامر رضا، پروفیسر عطیہ سید اور راقم (ڈاکٹر وحید عشرت) شامل تھے۔ ڈاکٹر قاضی صاحب تہران میں ۱۹ سال تک ادبیات فارسی کے استاد رہے اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی۔ سید مشکور حسین یاد نے "ملا صدرا کا قابل عمل فلسفہ" کے نام سے کتاب رقم کی جو اردو میں ملا صدرا پر پہلی کتاب ہے اس سے قبل سید مناظر احسن گیلانی نے ملا صدرا کی معروف کتاب اسفار اربعہ یعنی حکمت المتعالیہ کے دو حصوں کا اردو میں ترجمہ کیا تھا اصل کتاب عربی میں ہے۔ جو فلسفہ و حکمت اور دانش کے حوالے سے بڑی معتبر کتاب ہے۔ عامر رضا ملا صدرا کے فلسفے کے ایک باذوق قاری ہیں جبکہ پروفیسر عطیہ سید مسلم مفکرین کے نام سے ایک اہم کتاب کی مصنفہ ہیں وہ اردو افسانے اقبال اور ناول نگاری کے حوالے سے بھی ایک معتبر نام ہیں اور صدر شعبہ فلسفہ اور ڈین فیکلٹی آف آرٹس لاہور کالج برائے خواتین ہیں۔ ڈاکٹر وحید عشرت (راقم) کا تعلق پاکستان کے ممتاز علمی اور فکری ادارے اقبال اکادمی پاکستان سے ہے۔ پاکستان میں متعدد لوگوں کو دعوت دی گئی مگر اس دعوت کو زیادہ لوگ قبول نہ کر سکے۔ اقبال اکادمی

سے محمد سہیل عمر (ناظم) اور احمد جاوید (ریسرچ سکالر) نے بھی ملا صدرا پر مقالات لکھے مگر عین وقت پر وہ بوجوہ نہ جاسکے ۔ یہ کانگرس ۲۲ سے ۲۷ مئی تک تہران کے اسلامی کانفرنس تنظیم کے ہال میں منعقد ہوئی ۔

ملاصدرا (محمد بن ابراہیم بن یحیی قوامی شیرازی) شیراز میں پیدا ہوئے وہی شیراز جو شیخ سعدی اور حافظ کا وطن ہے جہاں انہوں نے فارسی شعر اور غزل کو لافانی شہرت و عظمت عطا کی ، شیراز کے پاس ہی ہخامنشی دور کا وہ عظیم تخت جمشید ہے ، جسے سکندر اعظم نے انتقاماً جلا دیا تھا۔ یوں شیراز صدیوں سے تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے ۔ یہیں صدرالدین شیرازی عرف ملاصدرا پیدا ہوئے اور یہیں خان مدرسہ میں انہوں نے طویل عرصہ تک تدریس کی ۔ آپ کا مدفن بصرہ میں ہے

ملاصدرا مسلمانوں کی متاخر صدیوں میں ایک قاموس الفکر فیلسوف کے طور پر بڑے ممتاز نظر آتے ہیں ۔ اپنی معروف کتاب "الحکمت المتعالیہ فی الاسفار العقلیہ " میں ان کی ارتباطی دانش نے اپنے اندر تمام معروف اسلامی روایات فکر کی توضیح و تطبیق سے فلسفے کو ایک نیا انتقادی آہنگ عطا کیا ہے ۔ حکمت متعالیہ میں یونانی عقل و استدلال کا اصول اور نظریہ امثال ، افلاطون سے ، اصول تطبیق ، فلو اور افلاطونس سے ، مشائیت ابن سینا سے شہاب الدین سہروردی سے انتقادی بصیرت کے ساتھ بحث کی ہے ۔ صوفیا کے کشف و وجدان اور ذوق سلیم کی روایت ، ابن عربی ، صدرالدین قونوی ، عبدالرزاق کاشانی اور داود قیصری کے توسط سے ان کے ہاں موجود ہے ۔ ملاصدرا کی وجدانی فکر اور حکمت متعالیہ کا تیسرا اصول شرع و وحی کا ہے جو حضرت علی مرتضیٰ امام جعفر صادق ، امام محمد باقر ، فخرالدین رازی ، امام غزالی اور دیگر آئمہ سلف سے استفادے کے بعد قرآن حکیم کے شارح اور مفسر کی حیثیت سے سامنے آیا ۔ ملاصدرا کا اصل کارنامہ ان تمام روایات فکر کے ارتباطی مطالعے سے مسلم فلسفے کا ایک نیا آہنگ پیش کرنا ہے ۔ ملاصدرا نے اپنی کتاب حکمت متعالیہ میں شیعہ عقائد کو مابعد الطبیعیاتی اساس فراہم کر کے اس سے ماقبل کی فلسفیانہ اور مابعد الطبیعیات کی روایت سے اسے مربوط اور ہم آہنگ کر دیا ہے جو اس سے قبل غیر شیعہ یعنی سنی روایت کے طور پر معروف تھی ۔ جدید ایران کی دلچسپی کا بنیادی نکتہ بھی جدید ایرانی فکریات کو فلسفیانہ اور مابعد الطبیعیاتی بنیادیں فراہم کرنے میں ملاصدرا کی غیر معمولی مساعی میں مضمر تھا جس کی وجہ سے ملاصدرا کے افکار و نظریات پر ریاستی سطح پر ایک بڑی اور عظیم کانگرس کا انعقاد کیا گیا تھا اور دنیا بھر سے فلاسفہ کو دعوت دی گئی تھی ۔ یہ کانگرس ایرانی مہمان نوازی کا شہکار اور حکومت ایران کی علم دوستی اور فلسفہ شناسی کا بھرپور اظہار اور مظہر تھی ۔

۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کو لاہور سے چار افراد پر مشتمل پاکستانی وفد کراچی وارد ہوا جہاں سے ڈاکٹر قاضی اس کے ساتھ شامل ہو گئے ۔ ڈاکٹر قاضی کی بزرگی اور ایران میں ۱۹ سالہ قیام اور علمی حیثیت کے پیش نظر انہیں وفد کا قائد بنا لیا گیا ۔ ۲۰ مئی کی شام کو تہران ایرپورٹ کے نہایت خوبصورت

ملا صدرا انٹرنیشنل کانگرس تہران ۔ ایران (منعقدہ ۲۳ تا ۲۷ مئی)

پاکستانی وفد کے اراکین پروفیسر مشکور حسین یاد، پروفیسر عطیہ سید اور ڈاکٹر وحید عشرت مقالات سن رہے ہیں

وی آئی پی لاونج میں وفد کا استقبال کیا گیا اور تہران ٹیلی ویژن نے انٹرویو کیے۔ جس میں ایران اور پاکستان کی دوستی کو مضبوط قرار دیتے ہوئے دونوں ملکوں میں برادرانہ تعلقات کو اجاگر کیا گیا اور ملا صدرا کے عظیم فکری کارنامے اور حکومت اسلامی جمہوری ایران کی فلسفہ و حکمت کی ترویج و اشاعت کی کوششوں کو سراہا گیا۔ ملاصدرا کانگرس کے لیے اسلامی جمہوریہ ایران کی وزارت خارجہ اور اطلاعات کے پروٹوکول کے افسر کی رہنمائی میں ہم تہران کے سب سے بڑے ہوٹل آزادی پہنچے۔ ہوٹل آزادی چھبیس منزلہ تھا میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی تو سامنے کوہ البرز تھا اونچا چٹیل پہاڑ جس کی انتہائی چوٹی پر کہیں کہیں برف پڑی ہوئی نظر آرہی تھی انتہائی خوبصورت منظر اور پھر پہاڑ پر دھیرے دھیرے اترتی ہوئی شام۔ کاش یہ سرسبز ہوتا مگر تہران اور شیراز کو جو بھی پہاڑ اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھا وہ چٹیل اور بے آب و گیاہ تھا۔ غالباً" سید مشکور حسین یاد نے کہا کہ یہ بلوچستان تک ایک ہی طرح کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ اگرچہ پہاڑ چٹیل اور بے آب و گیاہ تھے مگر ان کے دامن میں آباد تہران اور شیراز نہایت سرسبز تھے۔ سرو کے بے شمار درخت، سبزہ اور طرح طرح کے اشجار اور پھول۔ آزادی ہوٹل میں پروٹوکول کا خصوصی اہتمام تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ملاصدرا کانگرس کے منتظمین، وزارت خارجہ اور پروٹوکول کے افسروں نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ مسز پروانہ رحیمی روانی سے فارسی اور اردو بولتی تھیں، معلوم ہوا کہ ان کے والد صاحب اہل زبان ہیں اور والدہ ایرانی ہیں۔ مسز پروانہ رحیمی اطلاعات میں افسر تھیں اور پروٹوکول افسر کے طور پر ہمارے ہر مرحلے میں کام آئیں۔ رات کو گرینڈ آزادی ہوٹل کی **چھبیسو** یں منزل پر ملاصدرا کانگرس کے اعلیٰ عہدے داروں نے ہمارے اعزاز میں ڈنر کا اہتمام کیا یہ ایک خوبصورت ریستوران تھا جہاں ایرانی فن تعمیر و آرائش کا عمدہ مظاہرہ کیا گیا تھا۔

پروٹوکول والوں کے حسن انتظام کی داد دیے بغیر ہم نہیں رہ سکتے تھے، بہترین ہنگری کی بڑی بڑی بسیں جو ایر کنڈیشنڈ اور فراخ تھیں اور چھوٹے موٹے سفروں کے لیے لینڈ کروزر فراہم تھیں۔ ہوٹل آزادی میں بوفے بھی تھا اور آرڈر پر بھی کھانے کا اہتمام تھا۔ پروٹوکول کے افسر آقای شامی بڑے مستعد تھے۔ بعض لوگ چونکہ پاکستان کے ایرانی سفارت خانے میں کام کر چکے تھے، لہٰذا وہ بھی اردو جانتے تھے۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جب ہم پاکستانی آپس میں اردو میں بات کرتے تو کوئی نہ کوئی ہمارے پاس آکر سرگوشی کرتا کہ آپ پاکستانی ہیں؟ تو ہم اس سے کھلے دل سے ملتے اور اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے۔ جنوبی افریقہ کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر محمد یوسف وہاں عربی کے استاد ہیں وہ گجرات کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے۔ ہم نے کہا کہ قائد اعظم بھی کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے وہ بہت خوش ہوئے اور ہمارے ساتھ ہی اٹھتے بیٹھتے۔ روس کی ایک پروفیسر نے پاکستانی لباس پہنا ہوا تھا۔ عطیہ سید نے انہیں کہا کہ آپ کس ملک سے آئی ہیں اور کیا پاکستانی ہیں۔ تو انہوں نے اردو میں کہا کہ میں روسی ہوں مگر اردو اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے پاکستانی لباس بہت پسند ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے تو پھر اقبال کو بھی پڑھا ہو گا۔ کہنے لگیں: آپ کے

ہاں تو میں آ چکی ہوں اور ایوان اقبال میں اقبال اکادمی کی لائبریری میں آپ کے ساتھ تصویر بھی بنوائی تھی آپ ڈاکٹر وحید عشرت ہیں۔ مجھے اس کے ساتھ اقبال کے فلسفے اور روس میں کمیونزم کی بربادی اور وسط ایشیا میں مسلمانوں کی بیداری کی تحریکوں پر ہونے والی اس کی ساری گفتگو یاد آ گئی۔ اردو بہت صاف اور رواں بولتی ہیں۔ وہ ماسکو میں مشرقی زبانوں کی اکادمی میں کام کرتی ہیں۔ ایک لمبے ترنگے نوجوان کو دیکھ کر ہم بہت خوش ہوئے جو پاکستانی لباس میں تھا مگر امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں ملا صدرا پر کام کر رہا تھا۔ ملا صدرا کانگرس والوں نے دنیا بھر سے ان طالب علموں کو بھی بلایا تھا جو ملا صدرا پر کام کر رہے تھے۔ یہ سرگودھا کا رہنے والا نوجوان محمد اکرم تھا۔ لاہور کے ایک اور نوجوان سجاد رضوی جو برطانیہ میں ملا صدرا پر پی ایچ ڈی کر رہے تھے وہ بھی ہمیں اردو بولتا دیکھ کر ملے۔ محترم پروین جو اسماعیلی تھیں اور امریکہ میں حسین نصر کے ساتھ کام کر رہی تھیں بھی ملتی رہیں۔ وہ تنزانیہ میں پیدا ہوئیں پھر برطانیہ اور بعد میں امریکہ چلی گئیں اور آٹھ سال تک ایران میں بھی رہ چکی تھیں ان کی فیملی کراچی میں آباد تھی۔ انہوں نے ملا صدرا کی تفسیر نور کا انگریزی میں ترجمہ کر رکھا تھا اردو بہت میٹھے لہجے میں بولتی تھیں۔ ایک امریکی خاتون ماریلسا بھی اردو، فارسی، عربی اور انگریزی پر حاوی تھیں ہمیں ملتی رہتی تھیں۔

۲۲ مئی شام کو ملا صدرا کانگرس کا افتتاح تھا مگر ۲۲ کی صبح کو ہمیں امام خمینی کے مزار پر جانا تھا۔ ان کا مزار دیکھنے کا اشتیاق بھی سب کو تھا۔ یہ شہر سے دور قم کی طرف بلکہ قم کے راستے میں تھا۔ خیال تھا کہ اس کے بعد وہ ہمیں قم بھی لے جائیں گے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اس دن قدرے خنکی تھی۔ تہران میں ۳۰ درجے گرمی تھی مگر جب کوہ البرز کی سرد ہوائیں چلتی ہیں تو سردی ہو جاتی ہے۔ بسوں کے ذریعے جب ہم امام خمینی کے مزار پر پہنچے تو وہاں یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں۔ مزار نہایت جلیل القدر تھا خوبصورت سنہرے مینار اور سنہرا گنبد اور نیچے وسیع و عریض جگہ۔ سکولوں اور کالجوں کے طلبا کی ایک بڑی تعداد ہمارے استقبال کو موجود تھی۔ خواتین اور علما کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مزار امام خمینی پر پھولوں کی چادر چڑھانے کا مرحلہ تھا۔ تمام وفود کو اکٹھا کیا گیا۔ یہ پاکستان کا اعزاز تھا کہ ساڑھے چار سو مندوبین میں سے چادر چڑھانے کا کام پاکستان کے مندوب نے سرانجام دیا اور میں نے پھولوں کا گلدستہ اور چادر مزار پر چڑھائی۔ قبر تو اندر تھی جالی کے پاس جگہ تھی جہاں پھول رکھے جاتے ہیں۔ فوجی بگل اور بینڈ اور مارچ نے عجیب سماں باندھ رکھا تھا کانگرس کے مندوب چونکہ حکومت ایران کے مہمان تھے لہٰذا انہیں پروٹوکول بھی وی وی آئی پی دیا گیا تھا جب یہ کاروان چلتا تو آگے موٹر سائیکل پر پولیس سارجنٹ اور بسوں کے ساتھ ساتھ پولیس کی گاڑیاں پیٹرولنگ کرتیں۔ اگلے دن کے ہلاش میں مزار امام پر چادر چڑھاتے ہوئے میری دو تصاویر بھی شائع ہوئی۔ اسلامی انقلاب کے اس انقلابی لیڈر کی قبر کی زیارت اور پھول چڑھانا ایک اعزاز سے کم نہ تھا۔ اس کے بعد ٹی وی والوں نے میرا فارسی میں اور پروفیسر عطیہ سید کا انگریزی میں اور کچھ اور حضرات کے انٹرویو لیے جو ٹیلی کاسٹ کیے گئے۔ تہران میں مختلف مواقع پر میرے چھ

انٹرویو لیے گئے جو ایرانی ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے۔ پروفیسر عطیہ سید کے انٹرویو بھی ٹیلی کاسٹ ہوئے اور امریکیوں اور دوسرے ممالک کے لوگوں کے بھی متعدد انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیے گئے۔ ناصر زیدی اور بلتستان کے احمد رضوی بلتستانی جو تہران ریڈیو کی اردو سروس میں ہیں انہوں نے میرا، پروفیسر عطیہ سید، سید مشکور حسین یاد اور ڈاکٹر قاضی نبی بخش کا انٹرویو بھی ریکارڈ کیا جو یوم خمینی پر نشر ہو گا۔ ۱۹۹۹ء کو خمینی کا سال قرار دیا گیا ہے۔ ناصر زیدی کے علاوہ عباس نقوی جو ایران ریڈیو کی اردو سروس کے انچارج ہیں وہ بھی ہمیں ملنے ہوٹل آزادی آئے بلکہ میرے کمرے میں ملا صدرا اور اسلامی فلسفے میں تطبیق کے حوالے سے اچھی خاصی بحث ہو گئی۔ کیونکہ ملا صدرا کا فلسفہ بھی تطبیقی اور ارتباطی ہے۔

شام ۲۲ مئی کو پانچ بجے ملا صدرا کانگرس کا او آئی سی کے خوبصورت ہال میں اسلامی جمہوری ایران کے سربراہ یعنی صدر آقای خاتمی نے افتتاح فرمایا۔ ہال میں انگریزی سے فارسی اور فارسی سے انگریزی ترجمے کا اہتمام تھا۔ سکرین پر مقرر حضرات کی تصاویر بھی نظر آتی تھیں۔ سب سے پہلے غلام رضا اعوانی جو انجمن فلسفہ و حکمت کے سکریٹری ہیں نے ملا صدرا کانگرس کے مقاصد بیان کیے اور بتایا کہ اسلامی جمہوری ایران کی انقلابی حکومت نے اسلامی حکمت و دانش کے احیا اور پوری دنیا میں اسے متعارف کرانے کے لیے ایسی کانفرنسیں کرانے کا اہتمام کیا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ملا صدرا اسلامی حکمت و دانش کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں جنہوں نے اپنے سے ماقبل کی دانش کا نہ صرف تنقیدی جائزہ لیا بلکہ مذہب اور فلسفہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی بھی سعی کی۔ کانگرس کے صدر آیت اللہ آقای محمد خامنہ ای جو رہبر انقلاب آقای علی خامنہ ای کے چھوٹے بھائی ہیں نے ملا صدرا کے فلسفے پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی انہوں نے کہا کہ ملا صدرا نے فلسفہ و مذہب میں ہی ہم آہنگی پیدا نہیں کی قرآن حکیم کی تفسیر بھی لکھی اور فقہی مسائل میں بھی گہری دسترس حاصل کی۔ انہوں نے اہل تشیع کے عقیدے اور تصورات کو مسلم مابعد الطبیعیاتی روایت سے ہم آہنگ کیا اور عقل، وجدان، عرفان اور وحی کے درمیان ایک نامیاتی تسلسل اور رشتے کو متشخص کیا۔ انہوں نے عقل و دانش اور علم و عرفان کے ساتھ ساتھ متصوفانہ تصورات کی روایت کو بھی اپنایا اور ابن عربی، شہاب الدین سہروردی، منصور حلاج اور دوسرے متصوفین کے تصورات کو بھی معقولی اور استدلالی انداز میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مذہب اور سائنس عقل اور وجدان کے مسائل آج بھی بڑے اہم ہیں یورپی فلسفے میں بھی ان کی اہمیت ہے لہٰذا آج کی مسلم دانش ملا صدرا سے رہنمائی پا سکتی ہے۔

تقریب کی سب سے اہم تقریر حضرت خاتمی صدر اسلامی جمہوری ایران کی تھی انہوں نے کہا کہ ایران میں علم و دانش اور حکمت و عرفان کی روایت بڑی مضبوط اور محکم ہے اور اس میں ملا صدرا شیرازی کا بہت بڑا حصہ ہے وہ شیراز میں پیدا ہوئے جو حافظ اور سعدی کا شہر ہے وہیں "خان مدرسہ" میں ملا صدرا نے برسوں تدریس کی وہ عظیم فلسفی اور فقیہ تھے۔ اسلامی جمہوری ایران کا

انقلاب محض سیاسی نہیں یہ علم و دانش کا بھی انقلاب ہے اور میری حکومت ایران میں مسلم علم و دانش کی سرپرستی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرے گی۔ انہوں نے کانگرس کے منتظمین اور دنیا کے چالیس ملکوں سے آئے ہوئے مندوبین کی کاوشوں کو سراہا کہ وہ ملا صدرا جیسے عظیم فیلسوف کے افکار و نظریات پر اپنے رشحات فکر پیش کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں ہم حکومت اسلامی جمہوری ایران کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں آپ ایران کی اسلامی جمہوری حکومت کے مہمان ہیں اور ہم اسلامی اور ایرانی روایات میزبانی سے آپ کی خدمت بجالائیں گے۔ تاکہ علم و دانش کی روشنی دور تک پھیل سکے۔ صدر ایران نے رات کو ملا صدرا کانگرس کے مندوبین کے اعزاز میں عشائیہ دیا جو ہر لحاظ سے شاندار تھا۔

۲۳ مئی صبح او آئی سی ہال میں ملا صدرا کانگرس کے معمول کے اجلاس شروع ہوئے سید محمد خامنہ ای صدر مجلس اور غلام رضا اعوانی اور پروفیسر ملیھم چینک ، احمد احمدی اور ڈبلیو میڈلونگ نائب صدر تھے۔ افسوس یہ ہے کہ ایک بھی مقالہ طبع کر کے تقسیم نہ کیا گیا تھا۔ جبکہ کافی تعداد میں مقالات انہیں پیشگی مل چکے تھے اور مقالات کے خلاصے تو ان کے پاس کافی عرصہ پہلے موصول ہو چکے تھے۔ ملا صدرا بین الاقوامی کانگرس کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور چار کمروں میں صبح ۹ بجے سے شام سات بجے تک چائے اور کھانے کے وقفوں کے ساتھ بیک وقت چار اجلاس ہوتے۔ ایک سیشن کا نام ملا صدرا کی حکمت متعالیہ Transcendent Philosophy تھا یہ سیمینار کمرہ نمبرا میں ہوتے رہے۔ دوسرے سیمینار کے سیشن کا نام فلسفے کا تقابلی مطالعہ Comparative Philosophy تھا اس کے اجلاس کمرہ نمبر۲ میں ہوتے رہے۔ تیسرے سیشن کا نام اسلامی فلسفہ تھا اس کے اجلاس کمرہ نمبر۳ میں ہوتے رہے اور چوتھے سیشن کا نام تصوف و عرفان تھا اس کے اجلاس کمرہ نمبر۴ میں ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ مغربی فلسفے کے مسائل ، فلسفہ سائنس ، منطق ، زبان اور فلسفہ ذہن پر امریکی فلاسفہ کے اجلاس آئی سی ہال میں ہوتے رہے جہاں زیادہ تر امریکی ہی مقالات پڑھتے رہے اور سنتے رہے۔ گرچہ ان موضوعات کا تعلق فلسفے سے تھا مگر ملا صدرا سے نہ تھا ملا صدرا پر اس کانفرنس میں سو سے زیادہ مقالے پڑھے گئے جن کے اختصاریے بعد میں کانفرنس کے خاتمے پر مندوبین کو بیگوں میں رکھ کر دیے گئے جو انگریزی اور فارسی دونوں زبانوں میں تھے۔

ملا صدرا پر پڑھے جانے والے مقالات میں ملا صدرا کے ان تصورات پر زیادہ اظہار ہوا جو مذہب اور فلسفے یا سائنس کی تطبیق پر تھے ، نظریہ زمان و مکان ، مسئلہ جبر و قدر ملا صدرا کی مابعد الطبیعیاتی فکر ، آیت نور کی تفسیر ، فلسفے کی ماورائیت ، ایران میں قبل اسلام اور بعد اسلام فلسفے کی روایت ، ہنری کاربان کی ملا صدرا پر تحقیق ، ملا صدرا اور فارابی ، ملا صدرا اور ابن عربی ، ملا صدرا اور ابن سینا ، ابن مسکویہ ، ڈاکٹر قاضی نے اور ایک اور صاحب نے ملا صدرا اور ا**ئیڈیگر** کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ پروفیسر میکوئل براناگومز نے ہنر و تخیل ، داود گریل نے سورہ فاتحہ کی تفسیر اور ابن عربی کا مکتب وجود اور پروفیسر نیکولاس ہر نے معرفت و علم اور مسئلہ وجود و ماہیت پر مقالہ

پڑھا۔ کلکتہ کے ڈاکٹر محمد صابر خان نے ملا صدرا اور ابن مسکویہ پر مقالہ پڑھا اور اس میں نظریہ ارتقا پر دونوں کے درمیان فکری ہم آہنگی پر زور دیا۔ مشہور مستشرق پروفیسر مارسین نے اسلام اور مغرب دونوں کے فلسفہ الٰہیات کے تقابلی مطالعہ پر روشنی ڈالی، ابراہیم قالن نے ملا صدرا کے طبیعیاتی افکار بیان کیے۔ سید مشکور حسین یاد جنہوں نے ملا صدرا کا قابل عمل فلسفہ اردو میں لکھی انہوں نے ملا صدرا کے فلسفہ وجود پر روشنی ڈالی پروفیسر عطیہ سید کے مقالے کو بھی بہت سراہا گیا میرے مقالے کا عنوان تھا "مسلم نظریہ علم۔ ملا صدرا اور اقبال کے تناظر میں" جن میں عقل، فکر، وجدان اور وحی میں نامیاتی رشتے کے سلسلے میں دونوں کی فکری ہم آہنگی کو بیان کیا گیا تھا نیز دونوں کے نظریہ حرکت، نظریہ عشق اور تصور خودی میں مماثلت کو عیاں کیا گیا کہ اقبال اور ملا صدرا کے نظریات میں کس قدر مماثلت موجود ہے۔ اس مقالے میں علم کی تعریف، علم کے منابع اور مغربی اور مشرقی فلاسفہ کے نظریات علم کا بھی تجزیہ کیا گیا تھا اور ملا صدرا اور اقبال کے تطبیقی انداز فکر پر گفتگو کی گئی کہ انہوں نے مغربی اور یونانی فکر کی مذہب سے تطبیق کی روش کو اپنایا علم کے منابع میں حواس، عقل، وجدان، عرفان اور وحی کو درجات علم قرار دیا گیا۔ کانفرنس میں تاخیر سے آنے والے تقریباً ۲۵ مندوبین کے مقالات پڑھے نہ جا سکے، تاہم انہیں پروسیڈنگ میں شائع کرنے کا اعلان کیا گیا یہ مقالہ بھی ان میں شامل تھا۔

۲۷ مئی (جمعرات) کو آخری اجلاس تھا اور آقای محمد خامنہ ای ملا صدرا کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی فلسفیانہ، فقہی اور صاحب تفسیر ہونے اور تشیعی افکار و نظریات کو مابعد الطبیعیاتی اساس فراہم کرنے کے معاملات پر اظہار خیال کر رہے تھے تو بلاشبہ احساس ہوتا تھا کہ ایران نے ملا صدرا پر اتنی بڑی کانفرنس منعقد کر کے اہم اقدام کیا ہے۔

اس کانفرنس میں مقالات طبع کر کے تقسیم نہ کیے گئے کم از کم وہ مقالات ہی فوٹو سٹیٹ یا کمپوزنگ کے بعد فراہم کر دیے جاتے جو بروقت موصول ہو گئے تھے اور دوسرے ہمیں بتایا گیا تھا کہ ایران میں کئی مدرسوں میں ملا صدرا سبقاً "سبقاً" پڑھایا جاتا ہے اور ایرانی علما اس پر بڑے حاوی اور ماہر ہیں۔ مگر ہم نے جن ایرانی علماء اساتذہ اور دانشوروں کو سنا، لگتا تھا جیسے انہوں نے ملا صدرا کو حفظ کیا ہوا ہے اور وہ اس کے الفاظ ہی اگل رہے ہیں ان کا لہجہ ذرا بھی تنقیدی اور تخلیقی نہ تھا۔ مجھے تو پوری کانفرنس میں ایک بھی مقالہ ایسا نہ ملا جس میں ملا صدرا کے افکار و نظریات کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہو یا ذرا سا بھی ملا صدرا کے افکار کا کسی نے تجزیہ کیا ہو۔ پھر کانگرس کے شرکاء کو ملا صدرا کی کتب یا اس کے تراجم تحفے میں دیے جا سکتے تھے۔ ایسا بھی نہ ہوا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہ کانگرس اپنے طمطراق، میزبانی، حسن انتظام اور متنوع موضوعات کے حوالے سے بڑی ہی کامیاب گردانی جا سکتی ہے۔ یہیں اعلان کیا گیا کہ ایک بجے دوپہر حافظ اور سعدی کے شہر شیراز کو روانگی ہے اور ورکنگ لنچ بھی جہاز میں ہو گا۔

شیراز کو کئی لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایک تو وہ قدیم شہر ہے۔ ہخامنشی بادشاہوں کے زمانے سے دارالحکومت رہا ہے اس کے پاس ہی کم و بیش پانچ سو سال قبل مسیح کا تخت جمشید ہے۔ دارا دوم اور دارا سوم کے مقابر اور چند کلو میٹر کے فاصلے پر دارا اول اور سائرس کے مقابر ہیں جس سے اس شہر کی قدامت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے پھر اس کا گرم موسم بھی زندگی بخش ہے یہاں ۳۰ درجے گرمی تھی جبکہ اس وقت لاہور میں ۴۲ درجے گرمی تھی۔ اگرچہ شیراز کے اردگرد بھی خشک پہاڑ ہیں مگر شیراز شہر خود پھلوں پھولوں اور درختوں سے سجا ہوا ہے۔ سرو کے درخت تو قطار اندر قطار ہیں۔ باغ ارم اور کریم خان کی حویلی بھی اچھی ہے مگر جس چیز نے شیراز کو شہرت دوام بخشی ہے۔ وہ سعدی اور حافظ ہیں جن کا یہ گھر ہے اور جہاں ان کے مقابر ہیں۔ فارسی غزل کو شیراز نے بلبل کی نغمگی عطا کی اور غزل کو اس مقام پر پہنچا دیا جہاں سے آگے غزل کا تصور بھی ممکن نہیں پھر سعدی کی نثر بھی فارسی ادبیات میں کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔ تقریباً" تین بجے ہم شیراز ایئر پورٹ پر اترے۔ تہران کے مقابلے میں گرم۔ خواہش تو یہ تھی یہاں بس کے ذریعے آتے تاکہ راستے کے شہر بھی دیکھتے مگر وقت کی کمی آڑے آئی۔ ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ہمیں بسوں کے قافلے کے ذریعے تخت جمشید کی طرف رواں دواں کر دیا گیا ہر بس میں ایک گائیڈ تھا جو فارسی اور انگریزی میں جہاں سے ہم گذرتے اس کے احوال سے آگاہ کرتا ایک چوک میں سعدی کا مجسمہ نصب تھا اس نے اشارے سے بتایا کہ کل ہم اس راستے سے شیخ مصلح الدین سعدی کے مقبرے پر جائیں گے اور اس کے بعد دوسری طرف حافظ شیرازی کا مقبرہ ہے پھر اس پر جائیں گے۔ چند قدم کے فاصلے پر " باب قرآن " جسے وہ " قرآن دروازہ " بھی کہتے واقع تھا۔ اس جگہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم رکھا جاتا اور اس کے نیچے سے بادشاہ اور شہری بیرون شہر جاتے۔ خواجہ کرمانی کا مزار اس کے بالکل ہی جلو میں تھا۔ معاً" مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں شادی بیاہ کے موقع پر قرآن کے نیچے سے دولہا اور دلہن کو جو گزارا جاتا ہے اس کا تصور بھی یہیں سے آیا ہو گا۔ قرآن دروازہ سے گزرنے کے بعد ہم شیراز کے مضافاتی علاقے میں آگئے۔ جو ہمارے دیہاتوں جیسا ہی تھا۔ شیراز میں صرف ایک جگہ ہم نے کئی منزلہ فلیٹ دیکھے جو تازہ تازہ تعمیر شدہ لگتے تھے۔ جبکہ شیراز میں عمارات تہران کی طرح کئی کئی منزلہ نہ تھیں دو تین منزلہ عمارات ہمیں عام نظر آئیں۔

تخت جمشید ایک ویرانہ تھا جو ایک بڑے پہاڑی سلسلے کے پہلو میں واقع تھا اس کے پہلو میں ایک پختہ سڑک تھی اور سڑک کے ایک طرف درختوں کے جھنڈ اور دوسری طرف بالکل ہی چٹیل پہاڑ۔ یہاں زمین پر چھوٹے چھوٹے پتھر جسے بجری اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نوکیلے اور ٹوٹے ہوئے نہ تھے ان پر سے چل کر ہم سڑھیاں چڑھ کر جو اس زمانے کی ہی یا مرمت شدہ ہوں گی اوپر آئے تو تخت جمشید تو وہاں موجود نہ تھا فقط اس کے آثار تھے کہا جاتا ہے کہ جب ایرانیوں نے ایتھنز کو فتح کر کے آگ لگائی اور سارا شہر بھسم ہو گیا تو ایتھنز والوں میں انتقام کی آگ سلگتی رہی اور جب سکندر اعظم بر سر اقتدار آیا تو اس نے شراب کے نشے میں دست رقص دیکھتے ہوئے ایک

رقاصہ سے خوش ہو کر پوچھا کہ میں کیا انعام دوں تو اس نے کہا کہ جس طرح ایرانیوں نے میرے محبوب شہر ایتھنز کو جلایا تھا تم ایرانیوں کے پایہ تخت، تخت جمشید کو جلاو۔ اور سکندر اعظم نے اسی وقت یہ وعدہ پورا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور پھر وہ منزلوں پر منزلیں مارتا ہوا ایک دن ہخامنشی دارالحکومت شیراز آگیا اور اس نے رقص دیکھتے اور شراب پیتے ہوئے تخت جمشید کو نذر آتش کر دیا اور یوں یونانیوں کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

صبح ۹ بجے کے قریب انہی بسوں میں ہم شیخ مصلح الدین شرف الدین سعدی کے مزار پر گئے، مزار پہاڑ کے دامن میں واقع ایک قدیم بستی کے قرب میں تھا اس بستی کا نام بھی شیخ سعدی کے نام پر تھا۔ مزار ایک چھوٹے سے باغ کا منظر پیش کرتا تھا جس کے چاروں طرف سرو کے اور دوسرے درخت اور گھاس تھی مزار زیر مرمت تھا یہ ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھا جس کے اندر قبر کا تعویذ براون رنگ کے پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس پر آیات اور اشعار اور تاریخ وفات کندہ تھی۔ چاروں طرف دیواروں پر شیخ سعدی کے روح پرور اور نصیحت آموز اشعار تھے۔ مزار کے غالباً" شمال کی طرف برآمدہ تھا جس کے ستون میں نے ایک تصویر میں دیکھ رکھے تھے۔ جو ڈاکٹر منور اقبال نے اپنے قیام ایران کے دوران مجھے بھجوائی تھی۔ مزار گرچہ کوئی بہت بڑا نہ تھا جیسا کہ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی یا حضرت رکن عالم کا ہے تاہم اپنے اردگرد کے ماحول کی وجہ سے جاذب نظر تھا یہاں ہم نے فاتحہ خوانی کی اور یہاں اشعار پڑھتے پڑھتے سید مشکور حسین یاد آبدیدہ ہو گئے۔ قریب ہی ایک تہ خانہ تھا جس میں وہ ندی ڈھانپی گئی تھی جس کے کنارے شیخ سعدی نے بوستان اور گلستان اور باقی تحریریں لکھی تھیں۔ ایک بات بڑی معیوب نظر آئی کہ مزار میں تمام لوگ جوتوں سمیت گھس گئے۔ شیخ سعدی یہیں پیدا ہوئے اور یہیں آسودہ ء خاک ہوئے۔ مجھے اس سرزمین پر رشک آنے لگا جس کے بطن میں ایک عظیم نثر نگار، شاعر، مصلح، صوفی اور سیاح آرام کر رہا تھا۔ چند گھنٹے کے اس قیام کے دوران حکمت و معرفت اور صوفیانہ فضا میرے جسم و جان کو مسحور کئے رکھی۔ جبکہ حافظ شیرازی کے مزار پر عشق و مستی میرے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ بادل نخواستہ ہم شیخ سعدی کے مزار سے رخصت ہوئے اور حافظ شیرازی کے مزار کی طرف روانہ ہوئے جو کوئی زیادہ دور نہ تھا مگر لگتا تھا کہ یہ علاقہ شہر کے بالکل قریب ہے۔ شیخ سعدی کے مزار پر اور حافظ شیرازی کے مزار پر سید مشکور حسین یاد نے ایک ایک سے پوچھا کہ بلبل شیراز کہاں ہے۔ میں نے کل سے شیراز میں ایک بھی بلبل نہیں دیکھی۔ ایران کے لوگ بھی کوئی جواب نہ دے سکے سوائے اس کے کہ صبح کے وقت پو پھوٹنے سے پہلے ممکن ہے کوئی نظر آجائے، آبادی کی وجہ سے بلبل اور دوسرے پرندے بھی شہر سے چلے گئے ہیں۔ میں نے یاد صاحب سے کہا بلبل شیراز دراصل خود حافظ شیرازی ہے۔ غالباً" یہ حافظ نے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے مگر مشکور حسین یاد کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی اور وہ بلبل دیکھنے کو ترستے رہے۔ نہ وہ بلبل دیکھ سکے اور نہ حافظ کا آب رکن آباد پی سکے کیونکہ وہ اوپر پہاڑ پر کوئی بے آباد گاوں بتایا گیا۔ حافظ کا مزار ایک

بڑے چبوترے پر چند ستونوں پر گنبد کے سوا کچھ نہ تھا۔ تعویز پر اشعار اور تاریخ وفات کندہ تھی اور اردگرد چھوٹا سا باغ تھا اور ایک کونے پر عجائب گھر اور ایک بک شاپ تھی۔ یہاں سے ہم خان کریم کے اجڑے ہوئے محل میں گئے جو ہمارے ہاں کی مغلیہ دور کی حویلیوں کی طرز پر مربع شکل میں بنا ہوا تھا اور اس کے درمیان میں ویران سا باغ تھا۔ مگر جو چیز ایران کے اس شیراز میں سب سے حسین تھی وہ ”خان مدرسہ“ تھا جو ایک عام سی گلی میں واقع تھا ایک مربع طرز کی پرانی بوسیدہ عمارت تھی، جس کی جلالت اب بھی دلکش تھی اور جس کی مرمت کا کام بھی سرعت سے جاری تھا بڑے دروازے سے جب ہم داخل ہوئے اور ساتھ ہی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئے تو وہ کمرہ دیکھا جہاں ملا صدرا اپنے طلبا کو فلسفہ، مابعد الطبیعیات، تفسیر، فقہ، تصوف اور عرفان کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ شیراز کے خان نے اسے خاص طور پر بنوا کر ملا صدرا سے درخواست کی تھی کہ وہ یہاں پڑھایا کریں۔ اس میں بے شمار کمرے تھے جو چھوٹے چھوٹے تھے آپ بادشاہی مسجد لاہور کی ڈیوڑھی اور مسجد کے چاروں طرف کے حجروں پر اس کا قیاس کر سکتے ہیں اگر صرف مسجد کے حصے کو شامل نہ کریں۔ ایرانیوں کی علم پروری کا یہ شہکار آج بھی زندہ و سلامت ہے اور یہاں اب بھی مدرسہ چل رہا ہے۔

یہاں سے نکلنے کے بعد ہمیں شیراز کی ایک ثقافتی آموزش گاہ میں لے جایا گیا یہاں ایک کرد شاعر کی بے کار سی نظم سنوائی گئی۔ میں اور سید مشکور حسین یاد وہاں سے اٹھے اور ہم نے نیچے تہ خانے میں لگی نمائش دیکھنا شروع کر دی۔ جو ایرانی مصوروں کے فن پاروں پر مشتمل تھی۔ یہاں سے ہم واپس اپنے ہوٹلوں میں گئے اور سامان بسوں میں رکھ کر واپس ایر پورٹ کی طرف چلے اور یوں یہ رومان پرور طلسماتی شہر چھوڑ آئے مگر افسوس رہا تو صرف اس قدر کہ ہم حضرت امام رضا کے بھائی حضرت موسیٰ جنہیں شاہ چراغ کہا جاتا ہے کا مزار نہ دیکھ سکے جو حسن و جمال میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتا ہے۔ ساڑھے نو بجے ہم واپس تہران کے آزادی ہوٹل میں اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے۔

پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش نے ۲۹ مئی (ہفتہ کے روز) ہمیں کہہ رکھا تھا کہ آپ لوگوں کو تہران یونیورسٹی میں آنے کی دعوت ہے چنانچہ صبح ۹ بجے ہم سب ناشتے کے بعد ایک ٹیکسی کے ذریعے تہران یونیورسٹی روانہ ہوئے اور راستے میں غیر ملکی زبانوں کے انسٹی ٹیوٹ سے بھی گزرے جہاں پاکستان اور اردو سٹیڈیز چیئر واقع تھی۔ سید مشکور حسین یاد کی یہاں تقرری ہوئی تھی اور پاکستان واپس لوٹنے کے بعد انہوں نے یہاں آنا تھا۔ (اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اردو سٹڈیز چیئر پر تہران پہنچ گئے ہیں)۔ تہران یونیورسٹی میں قاضی صاحب نے پہلے تو ہمیں وہ جگہ دکھائی جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے اور صدر ایران جمعہ پڑھاتے ہیں۔ ان کے لیے جو جگہ تھی وہ محفوظ بنائی گئی تھی جبکہ باقی جگہ بڑی وسیع اور جست کی چادروں سے ڈھانپی گئی تھی۔ پھر ہم یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانے کے ہال میں داخل ہوئے جہاں ایرانی ثقافت پر ایک سیمینار ہو رہا تھا۔ ہم یہاں کچھ تاخیر سے پہنچے تھے تاہم ہال میں

کوئی زیادہ لوگ بھی نہ تھے۔ ڈاکٹر مہدی محقق خطاب کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ کس طرح تہران یونیورسٹی میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترقی و ترویج کے لیے ایک خصوصی انسٹی ٹیوٹ ان کی سربراہی میں قائم کیا گیا ہے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر آقای خلیل اس سیمینار کی صدارت کر رہے تھے۔ یہاں ہم زیادہ دیر رک نہیں سکتے تھے کیونکہ اسی شام لاہور واپسی تھی۔ چنانچہ ہوٹل میں آکر ہم نے اپنے کمرے خالی کئے اور پروٹوکول والوں نے ہمیں ایر پورٹ پر اتار دیا۔ تہران آنے پر ہمیں جس گرم جوشی سے خوش آمدید کہا گیا تھا۔ وہ اب مفقود تھی۔ ہوٹل آزادی سے ہم لینڈ کروزر میں ایر پورٹ پر اتارے گئے ڈرائیور نے خدا حافظ کہا۔ ایر پورٹ کے اندر چھوڑنے کوئی نہ آیا اور ہم لاونج میں وارد ہو گئے واپسی پر ہمیں تہران سے دوبئی اور وہاں سے اسلام آباد آنا تھا اور اسلام آباد سے ڈائیو کے ذریعے لاہور پہنچ گئے۔

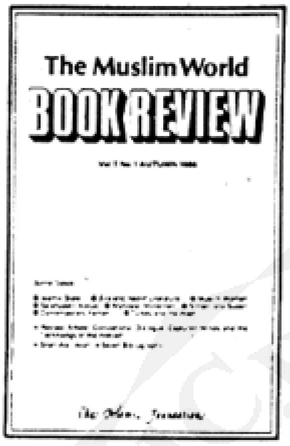

Hundreds of books are published every month from East and West on Islam and the Muslim world. It is humanly impossible for individuals to keep up with the information explosion. This unique quarterly publication of the Islamic Foundation aims not only to introduce but to give a comprehensive and critical evaluation of books on Islam and the Muslim world with due consideration to the Muslim viewpoint. The reviews are written by scholars of Islam and area specialists. The four issues are published in Autumn, Winter, Spring and Summer.

No scholar or library concerned with the contemporary world, whose future is now inextricably linked with that of the Muslim world, can afford to miss this important journal.

THE MUSLIM WORLD BOOK REVIEW

- Keeps abreast of important periodic literature on Islam and the Muslim world.
- Critically evaluates issues in important books through in-depth and short reviews.
- Contains comprehensive bibliographies on some important themes.
- Includes a classified guide to resource materials on Islam, cataloguing recently published books and monographs as well as articles on selected Islamic themes published in periodicals and other collective publications from all over the world.

SEND YOUR SUBSCRIPTION NOW

To: The Subscription Manager **Muslim World Book Review**

Please enter my subscription for MWBR, I enclose cheque PO ....

for £/$ .... (Make cheque payable to the Islamic Foundation)

Name: ....

Address: ....

....

City Area Code County

(Please write in capital letters)

Annual subscription rates: Please tick.	UK (postage paid)	OVERSEAS (by Airmail)
☐ Individuals	£13.00	£16.00 ($25.00)
☐ Institutions	£17.00	£20.00 ($32.00)
☐ Single copies	£4.00	£5.00 ($8.00)

Advertising — send for rates

THE ISLAMIC FOUNDATION

223, London Road, Leicester, LE2 1ZE. Tel: (0533) 700725

Note: The Islamic Foundation (one of Europe's leading publishers of Islamic books), has published over 100 titles on Islam for readers of all age groups. Some of the books are also available in German, French, Dutch, Portuguese and Spanish languages. For further information and a free copy of catalogue write to the Sales Manager at the above address.